سماجی و قبائلی عصبیتوں کا خاتمہ

(اسوہ حسنہ کی روشنی میں)

ڈاکٹر عقیل احمد*

محمد عثمان صدیقی**

ABSTRACT

Islam gives complete guidance in every walk of life and provides solutions to all needs. After the migration, Prophet Muhammad (SWA) established a moderate society in Madina. In the state of Madina, he introduced a Positive, Prosperous, progressive and human-caring code of conduct and banned all earlier prejudices wich led to social disorder. One of these menaces was tribal and social prejudices among the Arabs. The Prophet (SWA) strongly discouraged these prejudices. This paper will elaborate teachings of the Holy Prophet (SWA) for eradication of such social evils.

Keywords: عصبیت، سیرت، سماجی، عرب، حسب ونسب، علاقائی تعصبات

نبی کریم ﷺ کی بعثت سے قبل اہل عرب کا معاشرتی نظام جہاں فکری، اخلاقی اور سماجی خرابیوں کا شکار تھا وہاں سماجی طور پر ایک بڑی قبیح فکر یہ بھی تھی کہ ان کی اکثریت خاندانی، قبائلی اور جغرافیائی طور پر عصبیت کا شکار تھی، ان عصبیتوں نے ان کو کوئی طرح کے تفاخر میں مبتلا کر رکھا تھا، حضور اکرم ﷺ نے اپنی نبوی حکمت عملی

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، دی یونیورسٹی آف لاہور، لاہور

** لیکچرر شعبہ علوم اسلامیہ وعربی گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

سے جہاں دیگر فکری و سماجی خرابیوں کا تدارک کیا وہاں نسلی منفی و قبائلی عصبیتوں کے حوالے سے بھی کامل رہنمائی عطا کی زیر نظر مقالہ میں آپ ﷺ کے عصبیت کے خاتمے میں کردار اور تعلیمات پیش کی جارہی ہیں۔

عصبیت کی تعریف کرتے ہوئے امام فراہیدی لکھتے ہیں:

اَلْعَصَبِيَّةُ: اپنے لوگوں یا ہم مذہب لوگوں کی حمایت و مدد کا جذبہ تعصب کہلاتا ہے۔ اسی طرح العصبي کہتے ہیں ظلم کے خلاف اپنی جماعت کا مددگار۔[1]

اسی طرح ابن منظور افریقی تعصب کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

تعصب: پٹی باندھنا، عصبیت سے کام لینا عصبیت دکھلانا، دلیل ظاہر ہونے کے بعد بھی حق کو قبول نہ کرنا۔ ایک تعریف یہ بھی کی گئی ہے کہ دین اور مذہب میں غیور ہونا اور سخت حفاظت کرنا۔[2]

مذکورہ بالا تعریفات سے واضح ہوا کہ تعصب جانبداری کا نام ہے اور عصبیت یعنی گروہ بندی کو فروغ دینا ہے اور اسی رویہ سے تعصب کی سوچ راسخ ہوتی ہے لیکن تعصب کی ایک جہت مثبت بھی ہے جس کا تعلق دینی حمیت و غیرت کے ساتھ ہے اور اس فکر کے معاشرے پر اثرات خیر کی ہی صورت میں سامنے آتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے ایسے ہی معاشرہ کی بنیاد رکھی جس میں ہر انسان کو بلا تفریقِ مذہب و قبیلہ اس کے حسبِ حال حقوق حاصل تھے۔ اس معاشرہ میں حقوق کی ادائیگی میں کبھی بھی مذہب، قبیلہ، خاندان، علاقہ، حسب نسب، رکاوٹ نہیں بنا۔ ہر طرح کے تعصب و عصبیت سے پاک معاشرہ معرضِ وجود میں آیا۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ۭ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ﴾[3]

"اے لوگو! ہم نے پیدا کیا ہے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے اور بنادیا ہے تمہیں مختلف قومیں اور مختلف خاندان تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بیشک تم میں سے اللہ کے نزدیک عزت والا وہ ہے جو پرہیزگار ہے۔ بیشک اللہ ہر شے کو جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔"

خاندانوں اور قبیلوں میں انسانوں کا تقسیم ہونا کائنات کے تنوع کا ایک رنگ بھی ہے اور انسانی شناخت کی وجہ

1۔ فراہیدی، خلیل بن احمد، کتاب العین، من منشورات دار الہجرۃ، ایران، ص:310

2۔ الافریقی، ابن منظور، محمد بن مکرم، لسان العرب، دار صادر بیروت، جلد اول، ص:606-603

3-الحجرات:13

بھی لیکن قوم، خاندان قبیلہ وغیرہ کی تقسیم سے ان کے اعلیٰ وادنی، برتر و کم تر ہونے کا فیصلہ نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی اس وجہ سے ان کے حقوق کا تعین کیا جا سکتا ہے اور نہ کوئی خاندان یا قبیلہ اپنی نسل و قومیت کی بنا پر برتری کا اظہار کر سکتا ہے۔

حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ بالا آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"دور جاہلیت کے عرب دیگر گوناگوں خرابیوں کے ساتھ ساتھ تفاخر کی بیماری میں بری طرح مبتلا تھے وہ اپنے آپ کو سب سے برتر، اشرف اور اعلیٰ خیال کرتے۔ ان سب میں قریش کے فخر و مباہات کی شان ہی الگ تھی۔۔۔ تفاخر کا یہ نظریہ فقط جاہل اور غیر مہذب عربوں تک ہی محدود نہ تھا بلکہ روئے زمین پر جو متمدن اور شائستہ قومیں آباد تھیں وہ سب کی سب کسی نہ کسی صورت میں اس بیماری میں مبتلا تھیں۔ کہیں اپنی نسل اور قومیت پر فخر کیا جاتا تھا اور کہیں ان کے وطن کی سرزمین ان کی بڑائی اور برتری کا باعث تھی۔ اور کہیں زبان و رنگ وجہ افتخار بنے ہوئے تھے۔ اس فاسد نظریہ نے مختلف قوموں کو متحارب گروہوں تقسیم کر دیا تھا۔ وطنیت، قوم،، رنگ، نسل اور زبان کے بتوں کی پوجا آج بھی اسی زور و شور سے ہو رہی ہے۔ اس مختصر سی آیت میں ان تمام بنیادوں کو منہدم کر کے رکھ دیا جن پر مختلف قوموں نے اپنی برتری اور شرافت کے ایوان تعمیر کر رکھے تھے۔[1]

نظری اعتبار سے اگر دیکھا جائے تو تعصب کے دو پہلو ہیں ایک پہلو مثبت ہے جبکہ دوسرا پہلو منفی ہے۔ مثبت پہلو فکری اتقان و استحکام عطا کرتا ہے مثلاً دین، قرآن، ناموس رسالت و ختم نبوت پر متصلب ہونا عین مطلوب ہے اس کا سماجی طور پر کوئی منفی اثر نہیں ہوتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا اظہار بھی فرمایا ہے۔ غزوہ حنین کے موقع پر جب آپ نے فرمایا:

"انا النبی لا کذب انا ابن عبدالمطلب."[2]

"میں (اللہ کا سچا) نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔"

اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دینی حمیت اور حق پر ہونے کا اظہار ہے۔ دین کے حوالے سے اس طرح کا اظہار محمود ہی ہے۔

1۔ الازہری، محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور 1399ھ ج4، ص:600

2۔ دہلوی، شیخ عبدالحق، مدارج النبوۃ، مترجم غلام معین الدین نعیمی، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور 2002ء ج2، ص:376

تعصب کا منفی پہلو وہ ہے جس سے انسانوں کے مابین نزاع کی صورت پیدا ہو اور معاشرہ تفریق و انتشار کا شکار ہو جائے۔ دینی حمیت و غیرت کے حوالے سے متصلب ہونے اور علاقائی و نسلی اور وطنی طور پر متعصب ہونے میں بہت فرق ہے۔ اول الذکر میں اپنے حق پر ہونے کا پختہ یقین و اعلان ہے اور اس بنیاد میں کسی کی حق تلفی نہ ہی کی جاتی ہے نہ کی جا سکتی ہے۔ جبکہ موخر الذکر تعصب کی وجہ برتری کے زعم میں آکر انسانوں کے حقوق کی ادائیگی کو مشکل بنانا ہے۔ یہی مذموم ہے اور اسی کا ہر جہت سے نبی کریم ﷺ نے مختلف طریقوں سے سد باب فرمایا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے تعصبات پر مبنی رویوں کے خاتمے کے لیے اُسوۂ حسنہ میں تین جہات نظر آتی ہیں جو حسب ذیل ہیں:

1۔ سماجی تعصبات کا خاتمہ 2۔ قبائلی تعصبات کا خاتمہ 3۔ نسلی و علاقائی تعصبات کا خاتمہ

1۔ سماجی تعصبات کا خاتمہ

مدینہ منورہ آمد کے بعد نبی کریم ﷺ کا اہل ایمان کے مابین رشتہ مواخاۃ قائم کرنا[1] سماجی تعصبات کے خاتمے کا اعلان تھا مہاجرین و انصار میں مختلف خاندانوں کے مختلف حیثیتوں کے لوگ تھے لیکن اب ان سب کو شناخت کا ایک نیا حوالہ عطا کیا گیا۔ مہاجرین میں اکثریت قریش ہی کی تھی اور قبائل قریش جس طرح تمام عرب میں اپنے نسلی تفاخر کی بات کیا کرتے تھے اس کی واضح مثال غزوہ بدر میں بھی سامنے آتی ہے کہ مکہ میں کفار نے ابتدا میں انصار مدینہ سے لڑنے ہی سے انکار کر دیا تھا۔[2] نبی کریم ﷺ خود اس معاشرے میں رہے اور ان کے ہر طرح کے رویوں کو نہ صرف قریب سے دیکھا بلکہ اس کے محرکات سے بھی بخوبی واقف تھے اس لیے آپ نے مواخاۃ قائم کیا۔ ظاہری پہلو تو برادری قائم کرنا اور امداد باہمی پر مبنی تھا جبکہ باطنی پہلو خاندانی برتری و قومیت کا خاتمہ ہی تھا۔ اس طرح کی ایک اور مثال حصرت بلالؓ کو فتح مکہ کے موقع پر کعبہ کی چھت پر کھڑے ہو کر اذان دینے کا حکم تھا حضرت بلالؓ کے اذان دینے کے موقع پر قریش کے چند لوگوں نے جس طرح کی آراء دیں[3] اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کا اتنے عظیم الشان موقع پر ایک آزاد کردہ غلام کو اس اعزاز سے نوازنا فی الحقیقت اس متعصب فکر ہی کا خاتمہ تھا جو برتری کے جھوٹے دعوی میں مبتلا تھی۔

1۔ الشامی، یوسف الصالحی، سبل الہدی والرشاد، قاہرہ، 1975ء، ج3، ص:527

2۔ ابن جوزی، عبد الرحمن، الوفاء باحوال المصطفیٰ، مترجم علامہ محمد اشرف سیالوی، حامد اینڈ کمپنی لاہور 2002ء ص:707

3۔ مدارج النبوۃ، ج2، ص:355

2۔ قبائلی تعصبات کا خاتمہ

میثاق مدینہ صرف ایک قانون ہی نہیں بلکہ سماجی وریاستی نظم کا ایک ہمہ جہت منشور بھی ہے اس قانون کو جو مدینہ منورہ کے مختلف قبائل کے درمیان خارجی و اندرونی طور پر امن و امان اور سماجی بہبود کا معاہدہ تھا دوسری جہت سے دیکھا جائے تو یہ تمام قبائل کے مابین تمام تعصبات کے خاتمے کا سرکاری اعلان تھا۔ ان میں یہود کے قبائل، اوس و خزرج کے قبائل اور پھر مہاجرین جو مختلف قبائل سے تعلق رکھتے تھے سب کو سماجی وریاستی طور پر پہلی بار قانونی طور پر بلا تفریقِ رنگ و نسل و قبیلہ حقوق عطا ہو رہے تھے۔ اور اس عہد کے مضبوط ترین قبائلی نظام پر کاری ضرب تھی یہ ایک بہت بڑا کام تھا جو صرف نبی کریم ﷺ ہی کر سکتے تھے اور آپ نے اس کو صرف تحریری طور پر ہی نہیں بلکہ عملی طور پر نافذ بھی کیا اور اس کے ثمرات بھی سب تک پہنچے۔ اسی طرح بیرون مدینہ آپ نے کافی قبیلوں سے معاہدات کیے تھے جو مدینہ منورہ کے استحکام ہی کے لیے تھے لیکن ان سے ان جھگڑوں کا خاتمہ کرنا ہی مقصود تھا جو عصبیتوں کی بنیاد پر جاری تھے۔

قبائلی تعصبات کے خاتمہ کے لیے نبی کریم ﷺ نے ایک اور نہایت موثر حکمت عملی اختیار کی وہ تھی آپ کا مختلف قبائل میں نکاح فرمانا اس میں آپ نے نہ صرف مسلم قبائل میں نکاح فرمائے بلکہ غیر مسلم قبائل میں بھی نکاح کیے تاکہ مذہبی تعصبات کا بھی خاتمہ ہو سکے۔ حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت حفصہ، حضرت ام سلمہ، حضرت زینب بنت خزیمہ، حضرت زینب بنت جحش سے نکاح کر کے ان تمام خواتین کے خاندانوں کو ان کی اسلامی خدمات کے حوالے سے صلہ عطا کرنا بھی تھا اور قبائلی تعلقات کو استحکام دینا بھی تھا۔

اس طرح حضرت صفیہ، حضرت ام حبیبہ، حضرت جویریہ اور حضرت ماریہ سے نکاح کر کے اسلام دشمن قوتوں کو اخلاق اور محبت کا پیغام دینا تھا کہ تم ذات رسالت مآب ﷺ اور اسلام کے بارے میں کیا سوچ رکھتے ہو جبکہ اللہ کے نبی ﷺ تم سے کس طرح کے تعلقات چاہتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ موخر الذکر نکاح سے سماجی طور پر جو اثرات سامنے آئے اس ضمن میں صرف حضرت عائشہ صدیقہ کا وہ فرمان ہی کافی ہے جو انھوں نے حضرت جویریہ کے بارے میں فرمایا تھا کہ:

> ”ان سے زیادہ اپنے خاندان والوں کے لیے بابرکت خاتون میں نے نہیں دیکھی جس کی وجہ سے خاندان کی ایک کثرت کو فائدہ ہوا ہو۔“[1]

1۔ مدارج النبوۃ، ص:565

3۔ نسلی و علاقائی تعصبات کا خاتمہ

نبی کریم ﷺ بعثت مبارکہ سے قبل پورا عرب معاشرہ نسلی و علاقائی تفاخر میں مبتلا تھا نسلی اعتبار سے اگر دیکھا جائے تو وہ اپنے باپ دادا اور خاندان پر بڑا فخر کرتے تھے اور دوسرے خاندانوں بالخصوص غلاموں کے ساتھ انتہائی ہتک آمیز رویہ رکھتے اس طرح علاقائی تناظر میں اگر دیکھا جائے تو اہل عرب غیر عربوں کو عجمی (گونگا) کہتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے تعصب و تفاخر کے ان دونوں باطل تصورات کا مختلف صورتوں میں خاتمہ کیا اس میں سب سے پہلے آپ نے غلام آزاد کرنے کی اہمیت واجر و ثواب کا مژدہ سنایا ان کے حقوق متعین کیے ان کو سماج کے مرکزی دائرے میں لے آئے آپ اگر غلاموں کے صرف حقوق ہی متعین فرماتے اور مختلف صورتوں میں ان کی آزادی کا حکم نہ دیتے تو اس سے ان کو حقوق تو حاصل ہو جاتے لیکن ان کے حوالے سے تعصبات کا خاتمہ نہیں ہو سکتا تھا اس لیے آپ ﷺ نے سب سے پہلے ان کی آزادی کی ہی بات کی تاکہ ان کو غلام نہ کہا جائے اس ضمن میں نبی کریم ﷺ کا حضرت سلمان فارسی کو نہ صرف غلامی سے آزاد کروایا بلکہ ان کو اپنے خاندان کا فرد قرار دے کر علاقائی تعصبات کا خاتمہ کرنے کی ہی جہت ہے۔ علاقائی تعصبات کا خاتمہ کرنے کے لیے ایک اور طریقہ اختیار فرمایا اور وہ ہے نجاشی شاہ حبشہ کی غائبانہ نماز جنازہ ادا کرنا[1] یہ واقعہ آپ کے خصائص میں سے ہے اس میں بھی یہی حکمت نظر آتی ہے کہ جن لوگوں نے مسلمانوں اور اسلام کو اس کے مشکل ترین حالات میں عزت دی ان کو اعزاز سے نوازنا مقصود تھا تاکہ خدمت دین کرنے والوں کو اعزاز و انعام عطا کرنے میں علاقہ و نسل رکاوٹ نہ بنے اور اہل اسلام کی سوچ وطنیت و قومیت سے پاک ہو کر صرف ملتِ واحدہ کی صورت اختیار کر جائے۔

دور جاہلیت میں عموماً یہ ہوتا تھا کہ کسی کمزور یا چھوٹے خاندان کا فرد کوئی جرم کرتا تو اس کو سزا دی جاتی اور اگر بڑے خاندان کا فرد قانون سے انحراف کرتا تو وہ اپنے اثر و رسوخ کی وجہ سے بچ جاتا۔ عدل کا حقیقی نفاذ نہ ہونے کی وجہ سے عصبیتیں فروغ پاتیں۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰٓ أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ﴾[2]

"کسی قوم (یا گروہ) کی دشمنی تمہیں اس بات پر نہ ابھارے کہ تم عدل نہ کرو، عدل کرو یہ تقویٰ کے قریب ہے۔"

نفاذ عدل کے حوالے سے یہ کلی حکم ہے کہ کسی گروہ، قبیلہ، قوم کی دوستی و دشمنی اس امر میں رکاوٹ بنی تو پھر

1۔ ایضاً، ص:275

2- المائدۃ:8

سماج میں امن وامان کا قائم رہنا مشکل ہو گا اور جب معاشرے میں امن و سکون نہ ہو گا تو اس معاشرے میں ترقی و خوشحالی اور انسانی وقار ایک خواب بن کر رہ جائیں گے۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"ليس منا من دعا إلى عصبية وليس منا من قاتل على عصبية وليس منا من مات على عصبية"[1]

"جس نے عصبیت کی طرف بلایا وہ ہم میں سے نہیں، اور جس نے عصبیت کی بنا پر قتل کیا وہ بھی ہم میں سے نہیں اور جو عصبیت کی بنیاد پر مرا وہ بھی ہم میں سے نہیں۔"

ملک و جغرافیا کی وجہ سے عصبیت کا اظہار اسلام کی آفاقیت کے خلاف ہے۔ برادری و قبیلہ کی وجہ سے عصبیت کا اظہار اسلام کے ملت واحدہ کے تصور سے انحرافی صورت اختیار کرنا ہے۔ اور اگر سماجی اعتبار سے عصبیت کا ظہور ہو گا تو اس سے سیاسی عدم استحکام، فرقہ واریت کا فروغ ہو گا۔ اور اگر وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم ہو گی، اپنی جماعت یا من پسند افراد تک ہی وسائل و مراعات کو محدود رکھا جائے گا تو اس سے کرپشن کا دروازہ کھلتا ہے۔

اس لیے نبی کریم ﷺ نے قبائلی، سماجی، جغرافیائی اور سیاسی تعصبات کی نفی کر کے انسانی حیات کے دو بنیادی حقیقی پہلوؤں کی طرف متوجہ کیا۔ ایک تو یہ کہ ہر انسان ابن آدم ہے، یعنی تمام انسان اپنی تخلیق کے اعتبار سے ایک باپ کی اولاد ہیں اس بنا پر کسی کو کسی پر کسی بھی اعتبار سے فضیلت حاصل نہیں۔ دوسرا پہلو جو انسانی عظمت کا ہے اس کے لیے تقویٰ کو بنیاد بنایا گیا ہے۔ یہاں یہ بھی ذہن نشین رہے کہ تقویٰ باطنی حالت کا نام ہے جس کا اظہار اعمال سے ہوتا ہے۔ اور اس حالت کو سوائے اللہ تعالیٰ کی ذات کے کوئی نہیں جانتا۔

ان واضح تعلیمات کے ہوتے ہوئے کسی انسان کے کسی بھی حوالے سے اپنے آپ کو دوسروں سے برتر و اعلیٰ یا فائق سمجھنے جیسی سوچ کی نفی ہو جاتی ہے۔

خلاصہ بحث

سماجی استحکام اور انسانی رویوں کی درستی کے لیے ضروری ہے کہ معاشرہ ہر طرح کے تعصبات سے پاک ہو کیونکہ قبائلی، طبقاتی، لسانی اور علاقائی تعصبات سے نہ صرف افرادی صلاحیتوں اور قوتوں کا ضیاع ہوتا ہے بلکہ سماجی اور معاشی انصاف کی فراہمی میں بھی یہ رویہ سب سے بڑی رکاوٹ ہے نبی کریم ﷺ نے جس معاشرہ کی تشکیل فرمائی اس کی اساس ہی میں مواخاۃ مدینہ اور میثاق مدینہ کی صورت میں ذات و طبقات کی برتری کے تمام

1- سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: 5121

باطل تصورات کا خاتمہ فرمایا۔ موجودہ معاشروں میں قبائل و طبقات اور قومیت و وطنیت کی سوچوں نے اسلام کی آفاقیت کو کمزور کرنے کی کوشش کی ہے جس کا نقصان اسلامی معاشروں کو ہی اٹھانا پڑا۔ آج اگر ہم اپنے معاشرہ کو دیکھیں تو اس امر کے اظہار میں دو رائے نہ ہو گی کہ علاقائی، قبائلی، طبقاتی اور لسانی تعصبات نے وحدت ملی کے اعلیٰ اصول کو پامال کرنے کے ساتھ ساتھ اسلام کے تصور ملت سے بھی روگردانی کی ہے جس سے ایک ہی معاشرہ میں رہنے والوں کے مابین عصبیتوں کا ایک جہان نظر آتا ہے۔ ایسی صورت میں ضرورت اس بات کی ہے کہ تعصبات پر مبنی رویوں کی بیخ کنی کرنے سے قبل ان محرکات اور خارجی و داخلی عناصر کے بارے میں مکمل آگاہی ضروری ہے۔ جو ایسے رویوں کو جنم دیتی ہے قبائلی و طبقاتی تعصبات کی ایک بڑی وجہ معاشی ناانصافی بھی ہے جس کی وجہ سے ان محروم قبائل و طبقات تک مراعات نہیں پہنچتی یہ محرومیاں اور ناانصافیاں ان کو متعصبانہ رویوں پر مجبور کرتی ہیں۔ اگر حقیقی معنوں میں معاشی انصاف ہو تو اس طرح کی صورت حال میں کافی حد تک قابو پایا جاسکتا ہے۔

ہمارے معاشرے میں ایک اور بڑا عنصر جو نہ صرف ایسے رویوں کو تقویت دیتا ہے وہ ہے سیاسی عصبیت، جو سیاسی پارٹی بھی مرکز یا صوبے میں اقتدار میں آتی ہے تو الاماشاء اللہ تمام سرکاری مراعات و وسائل کو صرف اپنی پارٹی تک ہی محدود رکھتی ہے۔ ایسے عالم میں میں مختلف قبائل و طبقات بغیر کسی نظریہ کی بنیاد پر اپنے مفادات کی خاطر سیاسی پارٹیوں میں شمولیت اختیار کر لیتے ہیں۔ جس سے نہ صرف معاشی ناانصافی کا دروازہ کھلتا ہے بلکہ عصبیتیں بھی مضبوط ہوتی ہیں۔ اس لیے نبی کریم ﷺ نے سماجی، قانونی اور معاشی عدل قائم کر کے تمام عصبیتوں کا احسن طریقے سے خاتمہ کر کے قرآن کے ملت واحدہ کے تصور کو راسخ کیا جس کے ثمرات سے معاشرے کے ہر فرد مستفید ہوا۔